# "مکہ میں اصحابِ رسول پر مصائب و آلام"

امتیاز احمد اعظمی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مکہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود مختلف پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیا آپ کو صابی نہیں کہا گیا؟ کیا مجنوں و پاگل کے لقب سے نہیں نوازا گیا؟ کیا آپکو شاعر گمراہ نہیں کہا کہا گیا؟ کیا کاہن کا تخلّص نہیں دیا گیا؟ کیا آپ کو فتنہ جو اور فریب کار نہیں بتایا گیا؟ کیا آپ کو مختلف قسم کی گالیاں نہیں دی گئیں؟ کیا آپ کی جان لینے تک کی کوشش نہیں ہوئی؟ کیا آپ کو ہجرت کرنے پر مجبور نہیں ہونا پڑا؟ کیوں نہیں! آپکو صابی بھی بنایا گیا آپکو مجنوں و پاگل بھی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی، شاعر بھی کہا گیا۔ کاہن بھی بنے، فریب کار بھی ہوئے۔ مختلف گالیوں کا تحفہ بھی ملا۔ جان لینے کی کوشش بھی ہوئی، اور ہجرت بھی کرنی پڑی۔

آپ کو ذہنی اور قلبی تکلیفیں بھی پہنچانے کی کوششیں کی گئیں۔ وہ کہتے کہ " لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ" کیوں نہ اس کی نبوت کے ثبوت میں اس کے پاس کوئی معجزہ نازل کردیا جاتا جسے بچشم خویش دیکھ کر ہر شخص اس کے نبی ہونے کی بات تسلیم کرلیتا۔ کیوں نہ ملائکہ جھنڈ در جھنڈ اس کے ارد گرد چکر لگاتے جو اس بات کے ثبوت ہوتے کہ واقعی اس فرد کو غیبی طاقت حاصل ہے اور واقعی خدا نے اسے منصب نبوت پر فائز کیا ہے۔ وہ کہتے" لولا انزل علیہ ملائکۃ او نری ربنا" یعنی اس پر فرشتوں کا نزول ہو یا خود ہمارے درمیان ہمارا رب آکر کہہ جائے کہ یہ میرا نبی ہے۔

اہل کفار مزید آپ کو رنجیدہ کرنے اور قلبی سکون ختم کرنے کے لئے کہتے کہ جو کتاب اور آیات تم سناتے ہو، یہ ایک بار ہی کیوں نہ تم پر نازل کردی جاتیں یا تم کو خود ایک سیڑھی سے کتاب لیکر اترتے ہوئے دیکھ لیا جائے۔ وہ یہ بھی کہتے کہ یہ ہماری طرح ایک فرد ہے۔ ہماری طرح اس کا شب و روز کا معمول ہے۔ دن و رات انہیں لوگوں کے مثل زندگی بسر کرتا ہے۔

آخر یہ بات کیونکر تسلیم کرلی جائے کہ اس کو خدا کی جانب سے نبوت کا مقام حاصل ہے۔ یہ خدا کا چیدہ و محبوب ہے۔ اگر واقعی یہ خدا کا محبوب اور اس کا پیامبر ہوتا تو اس کے چاروں جانب باڈی گارڈ ہوتے۔ فرشتوں اور ملائکہ کی ٹولیاں اس کے گرد وپیش چکر لگاتیں۔ اس کو فقیرانہ و درویشانہ زندگی بسر کرنے کی نوبت نہیں آتی بلکہ زمین و آسمان کے خزانوں کی تجوریاں اس کے پاس ہوتیں اور اس کی زندگی شاہانہ وتاجدارانہ گذرتی۔ استہزاء و تمسخر کا یہ دور صرف آپ کے پیٹھ پیچھے تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ سامنے انگلیوں سے اشارہ کرکے کہتے کہ یہی وہ ہے جو نبوت اور خدا کے نبی ہونے کا مدعی ہے۔

الغرض آپؐ کو جسمانی اور ذہنی ہر قسم کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ استہزاء اور تمسخر و مذاق کرنے اور حقارت آمیز انداز میں آپ کی شخصیت کو بیان کرنے میں اہل مکہ کو شیرینی اور چاشنی کی سی لذت محسوس ہوتی۔ وہ آپؐ کی ذات پر نازیبا جملے اور کلمات چست کرتے تاکہ کسی طرح سے آپ اپنے مشن سے رک جائیں اور ان کی چودھراہٹ باقی رہے لیکن جب کسی بھی ہتھکنڈے کے ذریعہ وہ کامیابی حاصل نہ کرسکے تو پھر آپ کو قتل کرنے پر تیار ہوگئے اور باقاعدہ طور پر اس کے لئے کوشش بھی کی۔ رسول خدا کی اس طرح پوری زندگی پریشانیوں، مخالفین کے ظلم و ستم، ان کی خلاف ورزیوں، افترا پردازیوں، اور طنز و استہزا کے مدوجزر سے گذری۔

اب یہ دیکھا جائے کہ وادیٔ مکہ میں آپ کے فداکاروں اور ساتھیوں پر کیا کچھ گذری۔ اہل مکہ اور کفار قریش کے ظلم و ستم کی چکیوں میں وہ کس طرح پیسے گئے اور مشرکین کی اذیتوں کی بھٹی میں وہ کس طرح تپائے گئے۔

حضرت بلال حبشی کا کیا قصور تھا، کیا انہوں نے کسی قریشی کو قتل کیا تھا؟ کیا وہ مجرم تھے؟ کیا انہوں نے کبھی کی حق تلفی کی تھی؟ کیا انہوں نے کسی کے ساتھ بدکلامی و بدفعلی کی تھی؟ نہیں! ہاں ان کا قصور یہ تھا کہ آنحضورؐ کی دعوت پر وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ انہیں سیدھی اور سچی راہ مل گئی تھی۔ انہوں نے اہل مکہ کے مشرکانہ عقائد اور ان کے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کردیا تھا۔ ان کی زندگی کی کشمکش کی روداد سن کر کون محب اسلام ہوگا جو اپنے بارے میں

کچھ سوچنے پر مجبور نہ ہوگا۔ ان پر کفار و مشرکین کی ستم رسانی سے کون کانپ نہ اٹھے گا۔ یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ان کو جلتی اور جھلسا دینے والی ریت پر چت لٹا کر سینہ پر ایک بھاری اور وزنی پتھر رکھ دیا جاتا۔ امیہ کہتا کہ اپنے قول ایمان اور عمل اسلام سے باز آجاؤ ورنہ اس سے بری تمہاری نوبت کی جائے گی، لیکن جانباز اور صبر کیش حضرت بلال کی شخصیت نے اس کے جواب میں احد احد کا کلمہ اپنی زبان سے نکالا۔ اس پر کیا کہنا۔ بلال رض کی شامت آگئی۔ ان کے گلے سے رسی باندھ کر شہر کے لونڈوں کے حوالہ کر دیئے گئے۔ یہ شرارت پسند نوجوان مردہ جانور کے مانند آپ کی مبارک شخصیت اور لائق توقیر ہستی کو گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے لیکن یہ جانباز ـــــ اس پر کچھ جائیں پچھاڑ رہوں سوائے احد احد کے زبان مبارک سے کچھ نہیں نکلتا ہے۔ کئی باران کو آہنی ذرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بیٹھا دیا جاتا۔ کیا یہ ظلم و ستم کی انتہا نہیں! کیا موت سے قبل انسانی جسم پر اس سے بڑی بھی کوئی انسانیت سوز حرکت کی جاسکتی ہے؟

خباب بن الارت تمیمی کی شان صبر کو کیا کہیئے۔ اسلام قبول کیا تو ان پر مصائب و آلام کے بادل منڈلانے لگے۔ بیان کرتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، عقلیں کام نہیں کرتی ہیں قلوب و جگر کانپ اٹھتے ہیں۔ ذرا سنیئے دہکتے ہوئے انگارے بچھائے گئے ان پر ان کو لٹایا گیا، سینہ پر ایک شخص کو کھڑا کر دیا گیا تاکہ وہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ ذرا احساس کیجئے، کچھ دیر رکیئے اور سوچیئے کہ اس وقت اس انسانیت کی کیا حالت ہوئی ہوگی، اس پر کیا گذری ہوگی۔ کیا اسے تکلیف نہیں ہوئی ہوگی؟ لیکن ـــــ اس مرد مجاہد نے اسلام سے کفر کی جانب قدم نہیں رکھا بلکہ نہایت ہی صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ ایک دفعہ وہ حضرت عمر رض کے پاس تھے، جب انہوں نے آپکو اپنی پیٹھ دکھائی تو پوری پیٹھ پر برص کے مثل سفید سفید داغ تھے۔

حضرت عثمان جو ایک نہایت معزز اور مالدار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب وہ ایمان لائے اور خدا کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا تو اعزہ و اقارب نے ان پر ظلم و ستم کی انتہا کردی۔ خود چچا نے ان کو ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا۔ مختلف طرح سے ان کو پریشان کیا یہاں تک کہ رسی میں باندھ کر خوب پٹائی کی۔ کیا ان کو شاہانہ زندگی پسند نہ تھی؟ کیا وہ عالی شان محل

ہیں رہتے رہتے گھبرا گئے تھے؟ کیا اب وہ اپنے اہل خانہ سے جدا ہونا چاہتے تھے؟ نہیں۔ ایسا کچھ نہیں تھا، جبکہ انہوں نے اپنی آرام و آسائش سے پُر چند روزہ اور عارضی زندگی پر ہمیشہ کے سکون و آرام اور دائمی زندگی کو ترجیح دی۔

حضرت ابو ذر ایمان لائے اور اپنے ایمان کا برملا اعلان کرنے کے لئے حرم پہونچے جب وہاں پر اپنے مومن و مسلم ہونے کا اعلان کیا تو قریش چکرا گئے۔ انہوں نے اس قدر مارا کہ جان کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ لیکن اس خدا کے عاشق اور رسول کے پیرو نے نئے دین سے بےزاری کا اعلان نہیں کیا۔ دوسرے دن حرم شریف سے دوبارہ اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا اور اس روز بھی ان کو زدوکوب کیا گیا۔ واہ رے یہ ہے ایمان کی لذت اور خدا و رسول کی محبت کا جوش۔

اس نئے دین کو قبول کرنے والوں اور طریقۂ اسلام کو ماننے والوں کو جس قدر اپنے خاص لوگوں اور اعزہ و اقارب کے ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ نہایت ہی سنگین اور شرمناک تھا۔

ام شریک جب صدائے اسلام پر لبیک کہتی ہیں تو انہیں سخت دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اور روٹی اور شہد کھانے کو دیا جاتا ہے تاکہ دھوپ کی تپش اور پیاس کی شدت سے پریشان ہوکر اپنے قول سے پھر جائیں۔ لگاتار تین روز تک اپنے خاص لوگوں کی جانب سے یہ سزا بھگتنی پڑی۔ حتیٰ کہ ذہنی اعتبار سے پریشان ہوگئیں، دماغی توازن بگڑ گیا۔ حالت یہ تھی کہ جب وہ لوگ دین اسلام سے واپس ہو جانے کو کہتے تو وہ سمجھ نہیں سکتی تھیں اور جب آسمان کی جانب اشارہ کرکے کہا تو صابر و زاہد عورت کو دیکھیے، ایمان کی کشش کا انداز لگایئے کہ انہوں نے سرعام کہا کہ میں تو اپنے عقیدے پر قائم ہوں۔

سعد بن زید، جو حضرت عمر کے چچازاد بھائی تھے جب وہ ایمان لاتے ہیں تو خود حضرت عمر نے ان کو رسیوں سے باندھ دیا ــــ کیا انہوں نے کسی کی چوری کی تھی؟ کوئی جرم کیا تھا؟ گھر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے؟ یا وہ پاگل و مجنون ہو گئے تھے کہ ان کو رسی میں باندھا گیا؟ نہیں! بلکہ قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اپنے آبائی رسم و رواج کو چھوڑ دیا تھا۔

عبداللہ بن مسعود اسلام قبول کرتے ہیں اور حرم شریف جاکر باآواز بلند تلاوتِ

کلام پاک شروع کر دیتے ہیں۔ کفار سنتے ہیں۔ نہایت ہی غصہ کی حالت میں آتے ہیں اور انکے رخسار مبارک پر طمانچہ مارتے ہیں۔ چہرہ زخمی ہو جاتا ہے لیکن مرد مجاہد قرآنی آیات کی چاشنی سے محظوظ ہوتا رہا اور تلاوت جاری رکھی۔

عمار بن یاسر قحطانی کا کیا قصور تھا کہ انہیں زدو کوب کیا جاتا، جلتی ریتوں پر گھسیٹا جاتا۔ اتنا مارا جاتا کہ شدتِ زخم سے بار بار بے ہوش ہو جاتے، پانی میں بھی غوطہ زن کیا جاتا، یہی نا کہ انہوں نے ایمان قبول کر لیا تھا۔ دعوت رسول پر لبیک کہا تھا، اپنے آبائی دین کو ترک کر دیا تھا اور اسلام کی روشن شمع سے ان کا دل منور ہو گیا تھا۔

ابو فکیہ جہنی نے جب اسلام قبول کیا تو ان کو تپتی ہوئی ریتوں پر بُری طرح گھسیٹا جاتا۔ اگر راستہ میں گبریلا مل جاتا تو مذاقاً کہتے کہ یہی نا تمہارا خدا ہے۔ اس پر جواں مرد کا جواب سنیئے کیا دین میں ایسی قوت ہے، جب کوئی اس راستہ پر چل پڑتا ہے تو پھر اسے کسی چیز کا خطرہ نہیں رہتا، انہوں نے کہا کہ میرا اور تمہارا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ کہنا کیا تھا ان کی شامت آگئی اور امیہ نے ان کا گلا اس بُری طرح گھونٹا کہ عنقریب جان نکل جائے۔ ایک بار اتنا بھاری بھرکم پتھر اس کے سینہ پر رکھدیا گیا کہ زبان مبارک باہر نکل آئی۔

صہیب بن عمار کو اسلام لانے کی سزا یہ دی گئی کہ آپ پر اتنی مار پڑی کہ عقلی توازن خراب ہو جاتا۔

سمیہ نے جب صدائے اسلام پر لبیک کہا تو ابو جہل نے ان پر نشانہ لگا کر وحشیانہ انداز میں ایسی برچھی ماری کہ وہ شہید ہو گئیں۔ یہ حضرت عمار کی والدہ محترمہ تھیں۔

اس ظلم و ستم کے سائے تلے رہتے ہوئے بھی اسلام کے فدا کار خوف نہیں کھاتے ہیں۔ اسلام کی چاشنی اور لذت سے جو آشنا ہو گیا کسی بھی حالت میں اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ جو امن و سکون سے ہوتا وہ بھی اس آزمائش کی بھٹی میں تپ تپ کر کھرا بننے کی کوشش کرتا ہے، جیسے عثمان بن مظعون جو اسلام کی دعوت پر لبیک کہنے والے تھے اور ولید بن مغیرہ کی پناہ میں ہونے کی وجہ سے اہل مکہ کے ظلم و ستم سے محفوظ تھے، ان کو یہ بات ناپسند لگی کہ حضورؐ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم ہو اور وہ مامون و محفوظ ہوں ایسا نہیں ہو سکتا، چنانچہ

انہوں نے پناہ واپس کردی۔ اس کا اعلان خانۂ کعبہ میں جاکر کردیا۔ وہاں پر اہل قریش کی مجلس چل رہی تھی، وہ اس میں بیٹھ گئے۔ لبید شاعر بھی وہاں پر موجود تھا۔ لبید نے جب شعر کا پہلا مصرعہ "الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل"، پڑھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی لیکن جب اس نے دوسرا مصرعہ " وکل نعیم لا محالۃ زائل"، کہا تو انہوں نے اس بات کی تردید کی اور کہا کہ جنّت کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ لبید کو یہ بات نہایت ناگوار گذری اور اس نے اہل قریش کے لوگوں کی حمیت کو للکارا، اس پر کسی نے کہا کہ یہ بھی کچھ احمقوں میں سے ایک ہے عثمان نے سنجیدگی سے اس کا بھی جواب دیا۔ اس شخص کو بھی غصّہ آگیا اور چہرے پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ایک آنکھ ختم ہوگئی۔ ذرا مرد مجاہد کو دیکھئے، اس کی جرأت و بہادری کی داد دیجئے، اسلام سے محبت، خدا و رسول سے عشق کا مقام دیکھئے، اور ان کی شان فدائیت پر قربان جائیے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ میری دوسری آنکھ بھی قربان و نثار ہونے کے لئے تیار رہے۔ میں تو اس ہستی کی پناہ و حفاظت میں ہوں جو قادر مطلق اور بے مثال قدرت و عزّت کا مالک ہے۔

یہ ہے چند صحابہ اور رسولؐ کے ساتھیوں کی پرسوز داستان۔ ظلم و ستم کا لا متناہی سلسلہ کہ آپ کے ساتھیوں کی زبانوں سے نکل پڑا کہ خدا کی نصرت کب آئے گی؟ آپ کیوں نہیں ہمارے لئے دعا کرتے۔ ہم بھی ٹھنڈے دلوں سوچیں کیا اسلام کی راہ میں کبھی ہم نے بھی اس طرح کی پریشانیاں برداشت کی ہیں کیا ان پریشانیوں کو جھیلنے کی سکت اپنے آپ میں پاتے ہیں؟ کیا ان آزمائشوں کے لئے ہم اپنے کو تیار کر رہے ہیں؟ خدارا، جو دین کی دولت اور وراثت ہمیں ملی ہے یہ تمام وراثتوں اور دولتوں سے بیش قیمت ہے لہٰذا اس کی حفاظت، اشاعت اور دفاع کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

ختم شد